میں چاہتا ہوں کہ وقف جدید کا مالی بوجھ ہمارے بچے اور بچیاں اُٹھالیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍نومبر ۱۹۶۶ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

❁❁❁

☆ بچوں کی تربیت پہلے دن سے ہی شروع کر دینی چاہیے۔

☆ نئی نسلوں کو بھی قربانیوں کی راہوں پر چلنے کی عادت ڈالیں۔

☆ بچوں کی تربیت اس رنگ میں کرو کہ اُخروی زندگی میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی آگ میں نہ پھینکے جائیں۔

☆ ہر احمدی بچے کو اسلام کا سپاہی اور احمدی سپاہی بنانا والدین اور ولی کا فرض ہے۔

☆ وقف جدید کے مالی جہاد میں ہر بچے کو شامل کریں۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اس میں شک نہیں کہ دینی معاملات میں سب سے پہلا حق انسان پر اس کے اپنے نفس کا ہی ہے۔ اور ہر نفس انسانی کو ہمیشہ اس طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ وہ ایسے اعمال بجالاتا رہے کہ ان کی وجہ سے اس کا ربّ راضی ہو جائے اور وہ اپنے اللہ کی خوشنودی حاصل کرلے۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَايَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (المائدہ:۱۰۶) کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہدایت یافتہ سمجھے جاؤ تو تمہیں دوسروں کا گمراہ ہو جانا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یعنی اگر باوجود اپنی دلی تڑپ اور اپنی انتہائی کوشش اور جدوجہد کے وہ لوگ جنہیں تم ہدایت کی طرف بلاؤ اور اس بات کی تلقین کرو کہ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے قرآن کریم کے جوئے کے نیچے اپنی گردنیں رکھ دیں۔ پھر بھی وہ ایسا نہ کریں اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لیں تو ان کا ایسا کرنا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا ۔

لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اس کے بعد سب سے بڑی ذمہ داری جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر عائد کی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ اور ہمیشہ اس طرف متوجہ ہوں کہ جس طرح ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل ہوتے رہیں اور وہ ہم سے خوش ہو جائے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی ہمارے اہل میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی ہماری یہ خواہش ہونی چاہئے کہ ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحم نازل ہو۔ اور اس زندگی میں (جس کے متعلق ہمیں بہت کم علم دیا گیا ہے۔ اور جہاں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لحظہ کی ناراضگی ایسی ہے کہ اس دنیا

کی ہزاروں زندگیوں کی خوشیاں اس ناراضگی سے بچنے کے لئے قربان کی جاسکتی ہیں) وہ لوگ (بیوی بچے اور دوسرے رشتہ دار) جو یہاں ہمارے اہل کہلاتے ہیں۔ وہاں بھی ہمارے ساتھ ہی رہیں اور خاندان روحانی طور پر بکھر نہ جائے اور منتشر نہ ہونے پائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (سورۃ التحریم: ۷) کہ اے وہ لوگو! جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی آواز پر لبیک کہا ہے۔ یاد رکھو کہ صرف اپنے نفس کو روحانی رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرنے کی ہی ذمہ داری تم پر عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ تم پر یہ بھی فرض کیا گیا ہے کہ جہاں تم اپنے نفسوں کو خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے قہر اور اس کے غضب کی آگ سے بچاؤ۔ وہاں اپنے اہل کو بھی اور ان لوگوں کو بھی جو تمہارے رشتہ دار ہیں (بیوی بچے ہیں) خدا تعالیٰ کے قہر کی آگ سے بچاؤ۔

دوسری جگہ فرمایا۔ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (سورۃ الزمر: ۱۶) حقیقی طور پر گھاٹا پانے والے وہی لوگ ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ اور ان کے اہل گھاٹا پانے والے قرار دیئے جائیں۔

دیکھو مائیں اور بعض دفعہ باپ اور دوسرے رشتہ دار بھی چند دنوں چند مہینوں یا چند سالوں کی جدائی اپنے بچوں سے برداشت نہیں کر سکتے۔ بہت سے بچے غیر ملکوں کی اعلیٰ تعلیم سے اس لئے محروم ہو جاتے ہیں کہ ان کی مائیں یا دوسرے عزیز اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ چند سال کے لئے وہ اپنے اس عزیز سے جدا ہوں۔ بہت سے بچے اس لئے تعلیم سے محروم ہو جاتے ہیں کہ جہاں وہ پیدا ہوئے اور جہاں وہ پلے اور بڑھے اور جہاں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی وہاں کوئی کالج نہیں تھا۔ اور ماں باپ نے پسند نہ کیا کہ وہ اپنے بچے کو اپنے سے جدا کر کے کسی ایسے بڑے شہر میں بھجوائیں جہاں کالج موجود ہے۔

تو اس دنیا میں بعض دفعہ تو ہم غیر معقول رویہ اختیار کر کے بھی اپنے بچوں کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان کی جدائی ہم پر بہت شاق گزرتی ہے تو وہ دنیا جس کے عذاب کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اتنا لمبا ہے کہ اس پر ''ہمیشہ رہنے والے عذاب'' کا فقرہ چسپاں ہوسکتا ہے۔ اس میں ہم کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کہ ہمارے بچے، ہمارے اہل اور ہمارے دوسرے رشتہ دار ہم سے جدا ہوں۔

اگرچہ پورے طور پر تو یہ درست نہیں بلکہ قرآن کریم کی دوسری آیات کے خلاف ہے کہ جہنم کا

عذاب ہمیشہ ہمیش تک چلتا چلا جائے گا لیکن اس کے زمانہ کی لمبائی اور وسعت کو بیان کرنے کے لئے قرآن کریم خٰلِدِیْنَ کا لفظ استعمال کرتا ہے۔

تو ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ایک معنی کے لحاظ سے ہمارے بچے اس دنیا میں ابدالآباد تک ہم سے جدا رہیں جبکہ ہم یہاں چند گھڑیوں یا چند دنوں یا چند مہینوں یا چند سالوں کی جدائی بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اصل گھاٹا پانے والے تو وہ ہیں جو اس بات کا خیال نہیں رکھتے کہ اپنے خاندان کو جس طرح جسمانی طور پر یہاں اکٹھا کئے ہوئے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان میں انتشار اور تفرقہ پیدا ہو اور وہ بگڑ جائیں۔ اسی طرح ان کا خاندان دوسری دنیا (اُخروی زندگی) میں بھی منتشر نہ ہو جائے۔ چونکہ وہ ایسی کوشش نہیں کرتے اس لئے حقیقی معنی میں یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ گھاٹا پانے والے ہیں۔

اسی لئے اسلام نے مختلف پہلوؤں سے اس بات کی تلقین کی ہے کہ اپنے بچوں کی پہلے دن سے ہی تربیت شروع کر دی جائے۔ دراصل پیدائش سے پہلے بھی جب بچہ ابھی اپنی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے۔ بعض لحاظ سے اور بعض طریقوں سے اس کی تربیت کی جاتی ہے۔ بچے کی پیدائش پر نیک کلمات اس کے دائیں کان میں بھی اور اس کے بائیں کان میں بھی کہے جاتے ہیں اور اس طرح ہمیں اس راستہ پر لگایا جاتا ہے کہ بچوں کے سامنے ہمیشہ نیکی کی اور ہمیشہ عدل کی اور ہمیشہ احسان کی اور ہمیشہ جذبہ اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی کے پیدا کرنے والی باتیں کیا کرو اور انہیں تلقین کیا کرو کہ علمی لحاظ سے بھی اور ذہنی لحاظ سے بھی وہ ایک سچے مسلمان کی سی زندگی گزارنے لگیں۔

اعمال میں جہاں تک نماز کا تعلق ہے (جیسا کہ میں نے پہلے بھی ایک خطبہ میں کہا تھا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ دس سال کی عمر میں بچے پر نماز واجب ہو جاتی ہے۔ اگر وہ لڑکا ہے تو مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنا اس پر واجب ہوتا ہے لیکن بچہ ایک دن میں تو نماز پڑھنا شروع نہیں کر دے گا اس لئے فرمایا کہ اس فرض کو عمدگی سے ادا کرنے کی تربیت دینے کی خاطر تین سال پہلے کام شروع کرو وہ سات سال کا ہو تو اسے نماز کی طرف مائل کرو اور متوجہ کرو۔ اور اگر وہ لڑکا ہے تو اسے اپنے ساتھ مسجد میں لے جانا شروع کر دو اور مسجد کے آداب بھی سکھاؤ۔ اس طرح عبادت کے عملی کام جو ہیں ان

میں حصہ لینے کی طرف اسے متوجہ کرو اور اس رنگ میں ان کی تربیت کرو کہ عملی روحانی کاموں کے فرض ہوتے وقت اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے وہ پورے طور پر تیار ہوں۔

نماز کے بعد دوسرا بڑا کام جو ایک مسلمان پر بطور فرض کے عائد ہوتا ہے وہ مال کی قربانی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتنی شاندار قربانیاں دیں کہ اگر وہ ثقہ راویوں سے بیان نہ ہوتیں تو شاید ہماری عقلیں ان کی صحت کو قبول کرنے کے لئے بھی تیار نہ ہوتیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے پاس چالیس ہزار اشرفیاں جمع تھیں۔ آج کل تو اشرفی ملتی ہی نہیں۔ میرے خیال میں جو دوست یہاں بیٹھے ہیں ان میں سے ایک فی صدی نے بھی سونے کی اشرفی نہ دیکھی ہوگی۔ اس وقت قوت خرید کو دیکھا جائے تو اس کے مطابق ایک اشرفی کی قیمت، سو، سوا سو ہے۔ کیونکہ سو سوا سو میں ایک اشرفی ملتی ہے تو چالیس ہزار اشرفی قریباً پچاس لاکھ روپیہ بنتا ہے۔

جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے اپنے دل میں عہد کیا کہ یہ ساری رقم میں اسلام کے لئے خرچ کروں گا چنانچہ جو کچھ انہوں نے جوڑا ہوا تھا اور ریزرو کے طور پر رکھا ہوا تھا (تجارت میں جو ان کا مال لگا ہوا تھا وہ اس کے علاوہ تھا) وہ اسلام پر خرچ کرتے رہے۔ اور جب ہجرت کا وقت آیا تو چالیس ہزار اشرفیوں میں سے صرف پانچ سو اشرفی ان کے پاس باقی تھی۔ انتالیس ہزار پانچ سو اشرفی وہ خرچ کر چکے تھے۔ یہ پانچ سو اشرفیاں بھی انہوں نے اپنے گھر والوں کے لئے نہیں چھوڑیں بلکہ ہجرت کے وقت وہ بھی ساتھ اُٹھا لیں تا کہ دین کی راہ میں ہی خرچ ہوں۔

تو انہوں نے بڑی مالی قربانیاں دی ہیں۔ دوست یہ نہ سمجھیں کہ ہم وصیت میں ۱۰؍۱ دے کر یا بعض دوسرے چندوں کو ملا لیا جائے تو ۸؍۱ یا ۷؍۱ دے کر ایسی قربانی دے رہے ہیں کہ گویا ہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے آگے نکل گئے۔ یا ان کے برابر کھڑے ہو گئے ہیں کیونکہ صحابہؓ میں کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے تھے جو بہر حال ۵؍۱ سے زیادہ قربانی دے رہے تھے مثلاً انصار کو ہی دیکھیں انہوں نے آدھے آدھے مال مہاجرین کو پیش کر دئے تھے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ مہاجرین میں سے بہتوں نے نہیں لئے۔ جنہوں نے لئے بھی۔ قرض کے طور پر لئے لیکن انصار کی طرف سے پیش کش ہوگئی تھی کہ تم سب کچھ چھوڑ کر آئے ہو۔ آؤ یہ مال بانٹ لیں اور آدھا آدھا کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کو عقل دی تھی۔

وہ تجارت کے میدان میں بڑا کچھ کماتے تھے۔ پھر اس نے انہیں ایمان بھی دیا تھا اس لئے وہ دین کی راہ میں خرچ بھی بڑا کرتے تھے۔ اس حد تک کہ میں نے بتایا ہے کہ اگر ان روایات کے راوی ثقہ نہ ہوں تو ہم شاید ان کو محض قصہ سمجھیں لیکن تاریخ اس کثرت سے ان باتوں کی تائید کر رہی ہے کہ ہماری عقل انہیں جھٹلا نہیں سکتی۔

تو جہاں تک اموال کی قربانی کا تعلق ہے۔ صحابہ نبی اکرم ﷺ نے بے مثال قربانیاں دی ہیں اور جہاں تک مالی قربانیوں کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو بھی توفیق دی ہے کہ اس لامذہبیت اور دہریت کے زمانہ میں اپنے اموال کو بے دریغ خرچ کرے اور ایک حصہ جماعت کا اور بڑا حصہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے اپنے وقت میں ایسی روحانی تربیت حاصل کر چکا تھا کہ ان کی جانی اور مالی قربانیاں صحابہ نبی اکرم ﷺ سے اتنی مشابہ ہوگئی تھیں کہ ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی اور گروہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ بعد کی جو نسلیں ہیں ان میں بھی بڑی حد تک خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ روح قائم ہے۔ لیکن ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ نئی نسلوں کو بھی قربانیوں کی ان راہوں پر چلنے کی عادت ڈالیں۔ اسی لئے میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وقف جدید کا مالی بوجھ اگر ہمارے بچے اور بچیاں جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے اُٹھا لیں تو جماعت کے ارفع مقام کا مظاہرہ بھی ہوگا کہ جماعت کے بچے بھی اس قسم کی قربانیاں دیتے ہیں کہ اس پوری تحریک (وقف جدید) کا مالی بوجھ انہوں نے اٹھا لیا ہے اور خود ان کے لئے بھی بڑے ثواب کا موجب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جو کام انہوں نے آئندہ کرنے ہیں اس کے لئے تربیت کا موقع بھی مل جائے گا۔

اس کی طرف جماعت نے اتنی توجہ نہیں دی جتنی دینی چاہئے تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے بچے جن کی عمر ایک دن سے پندرہ سال کے درمیان ہے وہ تین مختلف تنظیموں سے تعلق رکھتے ہیں۔ سات سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچوں کا تعلق اطفال الاحمدیہ خدام الاحمدیہ سے ہے۔ اور سات سے پندرہ سال کی بچیوں کا تعلق ناصرات الاحمدیہ لجنہ اماء اللہ سے ہے۔ اور سات سال سے کم عمر کے بچوں اور بچیوں کا تعلق نظام جماعت سے ہے۔ تو بچوں کی یہ ننھی منی فوج تین حصوں میں بٹ گئی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض جماعتوں میں تو ہر تنظیم نے سمجھا کہ شاید دوسرا کام کر رہا ہو۔ اور بعض جگہ

ایک دوسرے کے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔یعنی خدام الاحمدیہ اطفال الاحمدیہ والے جو تھے انہوں نے کم عمر والے بچوں کی فہرستیں بنانا شروع کر دیں۔ جماعتی نظام والے جو تھے انہوں نے سات سال سے کم عمر والے بچوں کی ہی فہرستیں نہیں بنائیں بلکہ اطفال کی فہرستیں بھی بنانے لگ گئے۔ اس طرح انہوں نے ایک دوسرے کے کام میں دخل دینا شروع کر دیا۔

بہرحال جو سستی ہو چکی ہے اسے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے لیکن آئندہ کے لئے میں چاہتا ہوں کہ اس خطبہ کے شائع ہونے کے بعد پندرہ دن کے اندر اندر ہر جماعت مجھے بچوں کی ان تین مختلف قسموں کے لحاظ سے یعنی اطفال الاحمدیہ سے تعلق رکھنے والے بچے، ناصرات الاحمدیہ سے تعلق رکھنے والی بچیاں اور سات سے کم عمر کے بچوں اور بچیوں کی فہرست علیحدہ علیحدہ (نام کے لحاظ سے نہیں بلکہ صرف تعداد کے لحاظ سے) مجھے پہنچ جانی چاہئے۔مثلاً لاہور لکھے کہ ہمارے ہاں اطفال ڈیڑھ ہزار ہیں۔ ناصرات ڈیڑھ ہزار ہیں اور کم عمر کے بچے تین ہزار ہیں۔ جو صورت بھی ہو مجھے صرف تعداد چاہئے اور دوسرے یہ لکھا جائے کہ ان میں سے وقف جدید کا اس رنگ میں کس کس نے وعدہ کیا ہے۔

وعدوں کے متعلق اعلان کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ ہمارے ہزاروں بچے ایسے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسے خاندانوں میں پیدا کیا ہے کہ جنہیں اتنا رزق دیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک بچہ ایک اٹھنی ماہوار یا اس سے بھی زائد دے کر وقف جدید کا مستقل مجاہد بن سکتا ہے۔

لیکن بعض ایسے مخلص اور قربانی کا جذبہ رکھنے والے احمدی خاندان بھی ہیں جو مالی استطاعت نہیں رکھتے۔مثلاً اگر ان میں سے کسی خاندان کے چھ بچے ہوں تو اٹھنی ماہوار کے حساب سے تین روپے ماہوار یا چھتیس روپے سالانہ انہیں ادا کرنے چاہئیں۔ حالانکہ غربت کی وجہ سے اس خاندان کے بڑوں کے چندے بھی کم وبیش اتنے ہی ہوتے ہیں۔ پس اگر ایسے خاندان کا ہر بچہ اٹھنی ماہوار ادا نہ کر سکے تو سارے خاندان کے بچے مل کر ایک یونٹ بنالیں اور سب مل کر اٹھنی ماہوار دے دیا کریں۔

بہرحال اس صورت میں وقف جدید کے چندہ کا جو وعدہ کیا گیا ہو۔ یا الگ الگ ہر بچہ نے جو وعدہ کیا ہو اس کی اطلاع پندرہ دن کے اندر آ جانی چاہئے۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بچوں کی صحیح تعداد کتنی ہے؟ رپورٹیں آئیں گی تو پتہ چلے گا لیکن یہ مجھے یقین ہے کہ ہمارے وہ بچے جن کی عمر پندرہ سال سے کم ہے ان کی تعداد کم از کم پچاس ہزار ہوگی۔

اگر پچاس ہزار بچے الگ الگ پوری شرح سے چندہ ادا کریں تو ان کا چندہ چھ روپے سالانہ کے حساب سے تین لاکھ روپیہ بن جاتا ہے۔ جو وقف جدید کے سال رواں کے وعدوں سے ڈیڑھ گنا ہے۔ (لیکن بعض دوستوں نے تو اپنے پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے بھی چندہ بھجوا دیا ہے) لیکن چونکہ وقف جدید کے کام کو پوری طرح چلانے کے لئے یہ ناکافی ہے۔ اس لئے امید ہے کہ (جیسا کہ دوست پہلے بھی کیا کرتے ہیں)۔ اس میں بچوں کے علاوہ دوسرے دوست بھی شامل ہوں گے اور پھر چھ روپے سے زیادہ چندہ دینے والے بھی ہوں گے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ وقف جدید کا چندہ چھ روپے نہیں بلکہ سات سو یا ہزار دیا کرتے تھے (اس وقت مجھے اچھی طرح یاد نہیں) اسی طرح دوسرے بھی بہت سے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ زیادہ دینے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ وہ چھ روپے تک نہیں رکتے۔

یہ زائد دینے والے جو ہیں۔ ان کی رقمیں تین لاکھ کے علاوہ ہوں گی۔ اس طرح وقف جدید کے لئے تین لاکھ سے زیادہ رقم ہمیں مل جائے گی۔ جب ہمیں تین لاکھ سے زیادہ رقمیں وصول ہو جائیں گی تب ہم صحیح طور پر کام کر سکیں گے ورنہ ہمارے سال رواں کا کام بھی ٹھیک طرح نہ ہو سکے گا۔

سو اللہ تعالیٰ آپ میں سے ہر ماں اور آپ میں سے ہر باپ کو یہ کہہ رہا ہے کہ صرف اپنی فکر ہی نہ کرنا۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ہی نہیں بلکہ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ تم پر یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کرو کہ اُخروی زندگی میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی آگ میں نہ پھینکے جائیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر آپ کے سامنے بیان کر رہا ہے کہ حقیقی معنی میں گھاٹا پانے والے وہ لوگ ہیں کہ جو قیامت کے روز خود بھی گھاٹا پائیں گے اور اپنے اہل کو بھی گھاٹا پانے والا بنا دیا ہوگا ان کی تربیت صحیح رنگ میں نہ کی ہوگی اور بہت سی آیات بھی ہیں جو اس طرف متوجہ کر رہی ہیں۔

تو قرآنی تعلیم کے مطابق ہم میں سے ہر ایک کو اپنی نسل کی تربیت اس رنگ میں کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو نارِ جہنم سے بچائے اور ان پر اس رنگ میں اپنا فضل کرے کہ اس کی نگاہ میں وہ خاسرین کے گروہ میں شامل نہ ہوں۔

پس اپنے نفس کے بعد دوسرے نمبر پر سب سے بڑی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ عائد کی ہے کہ اپنے خاندان کو سمجھائیں۔ اس کو اسلام کا شیدائی بنائیں اور اس کے ہر فرد کے دل میں محمد رسول

اللہ ﷺ کی محبت پیدا کریں حتیٰ کہ ان کے دل اس جذبہ سے معمور ہو جائیں کہ اسلام کی راہ میں ہر وقت ہم ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں اور دنیا سے نہ کسی شکریہ کی امید رکھیں گے اور نہ واہ واہ کی توقع رکھیں گے اور محض عاجزانہ طور پر اپنے ربّ کی راہ میں زندگی گزارنے والے ہوں گے۔ سو تمام احمدی اپنے اس فرض کو پہچانیں والدین ہوں یا ولی، وہ بچوں کو اس طرف متوجہ کریں کہ وہ خدا کے دین کے سپاہی ہیں۔

آج اسلام کے مقابلہ کے لئے دشمنوں کی طرف سے تلواریں میان سے نہیں نکالی جارہی ہیں۔ اس لئے ہمارے یہ سپاہی بھی تلوار کے سپاہی نہیں۔ یہ وہ سپاہی ہیں جو اپنے دلوں کو قرآن کریم کے نور سے منور کرنے کے بعد قرآنی نور سے دنیا کو منور کرنے میں پورا پورا مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہر احمدی بچے کو اسلام کا سپاہی اور احمدی سپاہی بنانا والدین اور ولی کا فرض ہے۔

پس آپ کو چاہئے کہ اس ضروری اور اہم فرض کی طرف متوجہ ہوں اور وقف جدید کے مالی جہاد میں ہر بچے کو شامل کریں تا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ اور تا وہ مقصد حاصل ہو۔ جس کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلس وقف جدید کو قائم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۹؍نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۵)

☆......☆......☆